خیبر پختونخوا میں اُردو نثر کی ابتداء کا تحقیقی مطالعہ (ادبیات سرحد) کی روشنی میں

ڈاکٹر گلناز بانو، اسسٹنٹ پروفیسر، جناح کالج یونیورسٹی آف پشاور

Abstract

This article is aimed to explain, the beginning of Urdu Prose in Khyber Pakhtunkhwa in order to find out the first prose written in this area, the book of Farigh Bukhari is considered as the milestone in this regard After conducting research on the prose articles in this book it has been the real prose article are found, in order to know which article basically is worth considering the beginning of Urdu Prose. Farigh Bukhari considers "Tafseer Hindi" as the first actual example of Urdu Prose. According to him this book was written in 1350.

خیبر پختونخوا میں اُردو زبان کا پہلا نثری نمونہ کونسا ہے؟ اور ۱۹۰۰ء تک خیبر پختونخوا میں اُردو نثر کس مقام تک پہنچی ہے؟ گویا ابتداء سے بیسویں صدی کے آغاز تک خیبر پختونخوا میں اُردو نثر نے جن ارتقائی منازل کو عبور کیا ہے اس مقالے میں اس کے متعلق لکھنا ہے۔ اس سلسلے میں فارغ بخاری کی کتاب ''ادبیات سرحد'' کو نقطہ آغاز بنایا گیا ہے فارغ بخاری صاحب خیبر پختونخوا کی نامور ادبی شخصیات میں سے تھے انہوں نے اپنی کتاب (ادبیات سرحد) میں سرحد کی نثر کے آغاز وارتقاء کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے حصہ نظم اور حصہ نثر۔ ۱۹۵۵ء میں یہ کتاب شائع ہوئی سرحد کی ادبی تاریخ پر ان کی یہ قابل قدر کوشش ہے

ادبیات سرحد میں فارغ بخاری نے ''تفسیر ہندی'' کو سرحد کی نثر کا پہلا نمونہ بتایا ہے ان کے مطابق یہ کتاب ۱۳۵۰ء میں لکھی گئی ہے اور اس لیے سرحد میں اُردو نثر کا آغاز چودھویں صدی میں ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''تفسیر ہندی کا کرم خوردہ نسخہ یہاں کی نثر کا قدیم ترین نمونہ ہے یہ نسخہ سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور سے دستیاب ہوا ہے لیکن اس کے ابتدائی صفحات تلف ہونے کی وجہ سے اس کی سن تصنیف پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ کاغذ، کتابت اور رسم الخط کے اعتبار سے ماہرین اس نسخے کو چھ سو سال پرانا بتاتے ہیں انداز تحریر سے یہ کسی پشتون الاصل مولوی کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے اس طرح یہ نسخہ نہ صرف قرآن حکیم کی سب

سے پہلی اُردو تفسیر ہے بلکہ اُردو نثر کا بھی نمونہ ہے۔'' [۱]

موصوف نے تفسیر ہندی کو چھ سو سال پرانا کہہ دیا لیکن اپنے اس دعوی کے ساتھ کسی قسم کا حوالہ نہیں دیا وہ یہ کہتے بھی ہیں کہ نسخہ سنٹرل ریکارڈ آفس میں موجود ہے لیکن صرف موجود ہونے سے تو بات نہیں بنتی۔ ان کو چاہیے تھا کہ اپنے اس دعوی کو باوزن بنانے کے لیے تفسیر ہندی کا نثری ٹکڑا پیش کرتے اور آج کا قاری خود اس بات کا فیصلہ کر لیتا کہ ان کا یہ دعوی کس حد تک درست ہے۔ حالانکہ خود ان کو حوالے اور ثبوت کی اہمیت کا اندازہ ہے اور ادبیات سرحد میں لکھتے بھی ہیں کہ:

''صوبہ سرحد کی لسانی تاریخ پر حوادث زمانہ کا جو دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے اُردو نظم کی طرح اُردو نثر کی ابتداء کا سراغ لگانا بھی دشوار ہے اور اس کے متعلق پورے وثوق سے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی بلکہ ایک محقق کو محض انہیں نوادرات پر تکیہ کرنا پڑتا ہے جو مرورِ زمانہ کے بے رحم ہاتھوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔'' [۲]

ان کے اس دعوی کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو یہ بات محض مفروضے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ فارغ صاحب کی اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر ہم برصغیر پاک و ہند میں اس عہد کی اُردو (ہندی) نثری تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ صورتحال سامنے آتی ہے۔

''یہ بات قابل غور ہے کہ دہلی اور تمام شمالی ہند میں اُردو زبان کی ابتداء یعنی گیارہویں صدی عیسوی سے اٹھارہویں صدی کے آغاز تک کسی مستقل وہ مکمل تصنیف نثر یا نظم، مطبوعہ یا غیر مطبوعہ موجود یا مفقود کا پتہ نہیں ملتا بجز سید اشرف جہانگیر کے رسالہ نثر اور افضل جھنجھانوی کی مثنوی کے یہ کتابیں تبرکات ادبی سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔'' [۳]

شمالی ہند (دہلی) کے علاوہ جنوبی ہند (دکن) میں بھی اُردو نثر کی تقریباً یہی حالت تھی۔ دکن میں چودھویں صدی کے چند مختصر نثری رسالوں کا ذکر ملتا ہے۔ جن کے مصنف شیخ عین الدین گنج العلم ہیں یہ رسائل مسائل شرعیہ اور مذہب کے متعلق ہیں لیکن یہ رسائل ناپید ہیں۔ اور دکنی نثر میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کی قدیم کتاب ''معراج العاشقین'' ہے۔ جس کو انجمن ترقی اُردو نے حال ہی میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا نثری نمونہ ہے:

''اے عزیز اللہ بندہ بنا یہاں پہچان کو جانا، نہیں تو شرع جاتا ہے اول اپنی پہچانت بعد از خدا کی پہچانت کرنا۔'' [۴]

کیونکہ چودھویں صدی کے آغاز میں ۱۳۰۴ء میں علاؤ الدین خلجی نے شمالی ہند سے جنوبی ہند کی طرف پیش قدمی کی تھی اور اس کے غلام سرور ملک کافور نے ۱۳۱۲ء میں دکن کو فتح کر کے شمالی ہند کی ریاست میں شامل کر دیا اس طرح اس صدی میں شمالی ہند کی اُردو جنوبی ہند میں پہنچتی ہے اور جب محمد تغلق نے ۱۳۲۶ء میں اپنایا یہ تخت دہلی کی بجائے دکن کو بنایا تو یہاں اُردو زبان کے قدم باقاعدہ طور پر پہنچتے ہیں اور یوں یہاں بہمنی دور میں نظم و نثر کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ اسی خطہ زمین پر اُردو نثر کی پہلی کتاب ''سب رس'' لکھی گئی ملا وجہی نے اُردو نثر کا یہ ابتدائی نثری نمونہ (1635) ۱۶۳۵ء مطلب سترھویں صدی میں پیش کیا ہے اور سب رس کو اُردو نثر کی سنگ بنیاد ٹھہرایا جاتا ہے۔

اس مختصر سے تاریخی جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے۔جس دور میں فارغ بخاری صاحب تفسیر ہندی کی بات کر رہے ہیں اسی زمانے میں تو اُردو زبان کے ان دو مراکز (دہلی) اور (دکن) میں اُردو نثر کے بالکل ابتدائی نمونے ملتے ہیں ان علاقوں میں اُردو زبان ونثر کا یہ حال ہے تو خیبر پختونخوا میں تفسیر ہندی کا لکھا جانا قابل قبول نہیں ہے۔بصورت دیگر کسی قسم کا کوئی نمونہ ان کی تحریر سے مل جاتا تو اُن کے اس مفروضے کو تسلیم کر لیا جاتا اور یہ بات تو قابل فخر ہوتی کہ سرحد میں اُردو نثر کا آغاز دہلی و دکن سے پہلے ہوا ہے۔

تفسیر ہندی کے بعد دوسری نثری تصنیف ''خیر البیان'' ہے۔اس کے بارے میں ادبیات سرحد میں یوں درج ہے۔

> ''اس سلسلے کی دوسری کڑی پشتون قوم کے روحانی پشتو اور فاضل اجل ادیب پیروخان کی تصنیف خیر البیان ہے پشتو تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہبی کتاب پیروخان نے عربی، فارسی، پشتو اور ہندی (اُردو) چار زبانوں میں لکھی۔کہا جاتا ہے کہ یہ چاروں نسخے لنڈن لائبریری میں محفوظ ہیں یہ کتاب ۱۵۳۰ء کی تصنیف ہے اس طرح تفسیر ہندی کیساتھ اس کی کڑی نہایت آسانی کیساتھ ملائی جا سکتی ہے''۔[۵]

مندرجہ بالا پیرا گراف سے تین نکات سامنے آتے ہیں اول اس کتاب کے چار نسخے ہیں دوم لندن لائبریری میں محفوظ ہے اور سوئم ۱۵۳۰ء کی تصنیف ہے۔

خیر البیان کا قلمی نسخہ جرمنی یونیورسٹی ٹوبجن (Tobingean) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔مولانا عبدالقادر ڈائریکٹر پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی نے ۲۳ اپریل ۱۹۶۷ء میں اس اصل نسخے کو دریافت کیا ہے اور اس کی فوٹو کاپی ساتھ لائے۔

اس کتاب کے چار نسخے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی نسخہ ہے اور اس میں چار زبانوں عربی، فارسی، پشتو اور (اُردو) ہندی کا استعمال کیا گیا ہے۔ابتدائی چند صفحوں پر اُردو نثر کا نمونہ ملتا ہے۔بعد میں اُردو زبان کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔خیر البیان کی اُردو نثری تحریر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

> ''اے بازید لکھ کتاب کے آغاز بیان جن کے سارے اکھر
> بن بسمہ اللہ تمام میں نہ گنواؤں مزدوری انہن کی جے
> لکھن پڑھی بگاڑن اکھر اس کارن جے سہی ہوئے بیان''[۶]
>
> ترجمہ: اے بایزیدھ لکھ کتاب کے آغاز میں ایسے الفاظ جو بسم اللہ کی مانند ہوں میں ایسے لوگوں کی محنت ضائع کرنا نہیں چاہتا جو لکھ لکھ کر الفاظ اس لیے مٹاتے ہیں کہ صحیح بیان سامنے آجائے۔
>
> اے بازید لکھ وہ اکھر جسے حبیب سہن جڑ اس کارن
> جسے نفع پاؤں اومیان تو سبحان ہے کچ کا میں نہیں جانتا
> بن قرآن کے اکھر رہے سبحان۔''[۷]
>
> ترجمہ: اے بایزید ایسے الفاظ لکھ جو سب زبانوں کی بنیاد ہوں تا کہ اس سے لوگوں کو نفع ہو تو سبحان اللہ میں کچھ نہیں جانتا سوائے قرآن کے الفاظ جو اللہ کی قدرت کے مظہر ہیں۔

''اے بایزید لکھنا اکھر کا تجھ سے ہے دکھلاونا اور سکھلانا مجھ سے
لکھ میرے فرمان سہن جیوں اکھر قرآن کے پہن کے پہن لکھ
کوئی اکھر اور پر تمکنا کہ جزم اور نشان حیوہ اکہر پچھانن اومیان'' ۸

ترجمہ: اے بایزید لفظ کا لکھنا تجھ پر منحصر ہے دکھلانا سکھلانا الفاظ کا مجھ سے ہے میرے فرمان لکھ جس طرح قرآن کے الفاظ اور ان پر ڈال اعراب (قرآن کی مانند) تا کہ لوگ انہیں پڑھ سکیں۔

''لکھ کوئی اکہر چار چار عیان درہال سکہن جسے پڑھن
تو سانس نکالیں کوی دو پن بچے اکہرسن آومیان'' ۹

ترجمہ: لکھ اس طرح لکھ کہ چار چار نشان ہوں تا کہ سیکھنے کے دوران جب پڑھیں تو سانس نکالیں دو لفظوں کے درمیان (فاصلہ۔فرق) ہو اور میاں (ارے میاں)

فارغ بخاری کی ادبیات سرحد ۱۹۵۵ء میں طبع ہوئی ہے۔اور خیر البیان کا اصلی قلمی نسخہ ۱۹۶۷ء میں دریافت ہوا ہے۔ گویا اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ فارغ صاحب نے سنی سنائی بات پر اکتفا کر کے خیر البیان کے چار نسخے لکھ دیے ہیں۔

خیر البیان کی تصنیف ادبیات سرحد میں ۱۵۳۰ء لکھی گئی ہے ۔ پشتو مورخین و محققین نے متفقہ طور پر بازید کی تاریخ پیدائش ۹۳۱ ھ بمطابق ۱۵۲۵ ء اور تاریخ وفات ۱۵۸۵ء بتائی ہے۔جس سے ان کی عمر ۶۰ سال بنتی ہے اور بازید کا زمانہ اکبر اعظم کا عہد حکومت ہے۔(مطلب یہ بایزید نے بابر کے عہد میں بچپن گزارا، ہمایوں کے عہد میں جوانی اور اکبر کے عہد میں بوڑھاپا) انہوں نے اکبر اعظم کے عہد میں یہ کتاب لکھی ہے۔

''عبدالحی اپنی تحقیق کتاب ''دپشتو ادبیاتو تاریخ'' جلد دوم میں لکھتے ہیں۔''بایزید انصاری ۹۳۱ھ بمطابق ۱۵۲۵ ظہیر الدین بابر کی ہندوستان پر فتح یابی سے ایک سال قبل جالندھر میں پیدا ہوئے تھے ان کے باپ کا نام عبداللہ ارمڑ اور ماں امینہ کے نام سے مشہور تھی جو محمد امین کی بیٹی تھی۔ بایزید کا گھرانہ انصاری مشہور تھا ان کے دادا شیخ محمد کانی گرم میں علماء کا سرخیل تھا۔'' ۱۰

اس بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ فارغ بخاری نے ۱۵۳۰ء سن تصنیف لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ بایزید انصاری ۱۵۲۵ء میں پیدا ہوئے ہیں تو ۵ برس کی عمر میں انہوں نے خیر البیان کس طرح لکھی ہے جبکہ موجودہ تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ یہ کتاب ۱۵۷۰ء میں لکھی گئی ہے البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرحد کا نثری نمونہ سب رس سے بھی پہلے کا ہمیں ملتا ہے۔

بایزید انصاری کی خیر البیان کے بعد سرحد میں اُردو نثر کا باقاعدہ نمونہ ''خطوط کابل'' کی صورت میں موجود ہے ادبیات سرحد میں خطوط کابل کے متعلق یہ لکھا گیا ہے۔

سرحد میں اُردو نثر کے متعلق ہمیں باضابطہ ثبوت انیسویں صدی کے وسط میں ملتا ہے خطوط کابل اس ثبوت کی پہلی کڑی ہیں جو سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور میں بھاری تعداد میں موجود ہیں۔ یہ صاف اور سلیس اُردو میں ہیں اور تحریر ترقی یافتہ معلوم ہوتی ہے۔'' ۱۱

خطوط کابل ۱۸۷۸ء میں لکھے گئے ہیں آرکائیوز پشاور کے سنٹرل ریکارڈ آفس میں یہ خطوط محفوظ ہیں خطوط کابل کی بجائے ان کو ''کابل ڈائری'' کہا جاتا ہے یہ خطوط برطانوی حکومت کے پولیٹیکل محکمہ کی ان خفیہ رپورٹوں پر مشتمل ہیں جو کابل سے یہاں بھیجی جاتی تھیں اگر چہ یہ خطوط سیاسی نوعیت کے ہیں لیکن سرحد میں اُردو نثر کے حوالے سے ان کی اہمیت مسلم ہے۔

جہاں تک ان خطوط کی زبان کا تعلق ہے تو نہ تو زبان ساداہ اور سلیس ہے اور نہ ہی تحریر ترقی یافتہ معلوم ہوتی بلکہ ان خطوط کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان خطوط میں وہ زبان استعمال ہوئی ہے جو ابتدائی تحریروں میں لکھی جاتی تھی۔ تحریر کی نمونہ درج ہے:

''حالات طبع جناب امیر صاحب کے سکوت میں رہا
کرنیل غلام حیدر خان خواہر زادہ سپاہ سالار
اور نایب نور محمد خان نے باتفاق ہو کر
جناب امیر صاحب کے خدمت میں عرض کیا کہ
نظر دید حالات دفتر فوج کابل کے پایا جاتا ہی
تخمیناً تین لکہ روپیہ کے خورد برد مال سرکاری
نسبت جرنیل داد و شاہ کے برآمد ہو کے''۱۲

مندرجہ بالا پیرا گراف سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں خیبر پختونخوا میں اُردو زبان تحریر میں بھی استعمال کی جاتی تھی۔ اگرچہ زبان کا وہ رنگ ڈھنگ نہ تھا جو اس وقت برصغیر پاک و ہند میں ظاہر ہو رہا تھا۔ بہرکیف خیبر پختونخوا کے حوالے سے بڑی بات ہے کہ اس دور میں اُردو زبان کو تحریر میں لایا گیا۔ خطوط کابل کے بعد ادبیات سرحد میں سرکاری تاریخی کتب کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انگریزوں نے جب برصغیر پاک و ہند پر مکمل اقتدار حاصل کر لیا تو ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح یہاں بھی حکومت سرحد نے سرکاری سہولت کے لیے چند ضخیم کتب لکھوا کر لاہور سے شائع کرائیں دراصل انگریز جس سرزمین میں حکومت کرتا تھا اسکی تاریخ تہذیب و تمدن، مذہبی رسومات وغیرہ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے خاص سیاسی معاملات کی تکمیل کے لیے یہ کتب لکھوائیں۔

''یہ بڑی تقطیع کی چار کتابیں صوبہ سرحد کے چار اضلاع ضلع پشاور، ضلع کوہاٹ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور ضلع ہزارہ سے متعلق ہیں اور ہر ایک کی ضخامت تقریباً سترہ سو صفحات پر مشتمل ہے ان میں ثقافتی، تمدنی اور مذہبی حالات، مشہور مقامات کا ذکر ان اضلاع کی پوری تاریخ سکے، مشہور خاندانوں کے شجرے، اور زمینداری کے طریقے تفصیل سے درج ہیں''۱۳

اس سے آگے ادبیات سرحد میں یہ لکھا گیا ہے کہ:

''ان کتب میں جو کتاب جس ضلع سے متعلق ہے اسے وہاں کے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی تالیف ظاہر کیا

گیا ہے جو منطقی طور اس لیے غلط ہے کہ یہ حضرات، انگریز آفیسر تھے۔''۱۴

جن تاریخی کتب کا ذکر کیا جا رہا ہے ان کا حوالہ دینا انہوں نے گوارا نہیں کیا محض ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے۔ تلاش بسیار کے بعد تین تاریخی کتب دستیاب ہو سکیں ہیں۔ تواریخ ڈیرہ اسمٰعیل خان، تواریخ ہزارہ اور تواریخ چترال۔

ان کتب پر لکھنے والوں کے نام درج ہیں:

''تواریخ ہزارہ بمنشائے: جناب صاحب اونوریبل

لس ایڈورڈ اجرٹن صاحب فنانشل کمشنر بہادر پنجاب حسب الحکم ۱۸۷۴ء

کپتان اڈورڈ جارج ویس صاحب بہادر مہتمم بندوبست

محمد اعظم بیگ اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بندوبست

ضلع ہزارہ نے بنظر فائدہ عام ۱۸۷۴ء میں ترتیب دیا''

اور اسی طرح تواریخ ضلع ڈیرہ اسمعیل خان پر بھی یوں درج ہے:

حسب الحکم گورنمنٹ پنجاب

تواریخ ضلع ڈیرہ اسمعیل خان ۱۸۷۸

رائی بہادر جرنجست لعل صاحب

اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر مہتمم بندوبست

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان بمنشاء مسٹر ایچ۔ سینٹ۔ جی۔ ٹکر صاحب''۱۵

ادبیات سرحد میں ان تاریخ کتب کے بارے میں مزید یہ کہا گیا ہے کہ:

''یہ کتابیں ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء کے درمیانی وقفہ چار چار سال کے بعد شائع کی گئی ہیں۔ ان کتب کا اسلوب تحریر بالکل اس دفتری اُردو کا سا ہے جو آج بھی ہمارے حکومتی اداروں میں رائج ہے''یہ کتابیں مقامی لکھنے والوں سے معاوضے یا بیگار پر لکھوا کر اپنے ناموں سے منسوب کی گئی ہیں۔''۱۶

ان کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ کتب چار چار سال کے وقفے میں لکھوائی گئی ہیں کیونکہ جو دو تواریخ دستیاب ہوئی ہیں ان پر یہ سنیں درج ہیں۔ تواریخ ہزارہ ۱۸۷۴ء اور تواریخ ڈیرہ اسماعیل خان ۱۸۷۸ء جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ مقامی لوگوں سے لکھوائی گئیں ہیں تو یہ بات بھی درست ہے جب ہم تواریخ ڈیرہ اسماعیل خان کی نثر کا مطالعہ کرتے ہیں تو تذکیرہ و تانیث کے حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ کسی پشتو زبان بولنے والے کی تحریر ہے۔ فارغ صاحب تیسری بات یہ کرتے ہیں کہ ان کتب کا اسلوب تحریر اس دفتر اُردو کا سا ہے جو آج بھی ہمارے حکومتی اداروں میں رائج ہے۔ ان کتب کا اسلوب اتنا سادہ و آسان بھی نہیں ہے جتنا کہ وہ کہہ رہے ہیں۔ نثری تحریر کا نمونہ دیکھیں:

''آب و ہوا تندرست اور آدمی میدان بلند کے سب تو لے و تندرست اور کنارہ سرن کے اونکی نسبت زرامگر کمر بندی کے اچھے اور آدمی سید ہے سارے فساد شرارت جیورے خونریزی فریب اس قسم کا کوئی

امرنہیں لباس انکا بہے اکثر سیاہ مثل کو لاکے ہے اور زبان بندے ایک ہجہ کی کو لائے اور خالصہ سے ملی ہوئے''۔۱۷

ان کے علاوہ تاریخ چترال بھی ہے جس کا ذکر ادبیات سرحد میں نہیں کیا گیا ہے تاریخ چترال ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی منشی محمد عزیز الدین صاحب نے اس کو لکھا اس کی زبان ان دو تواریخ کی نسبت رواں سلیس اور سادہ ہے۔

''یہ ملک بالکل پہاڑی ہے اس میں کتنے ہی اونچے اونچے پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں گرمی کے دنوں میں بھی برف سے چھپی رہتی ہیں''۔۱۸

ان تاریخ کتب کو دیکھنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کی اشاعت سے بہت پہلے یہاں زبان کا رواج ہو چکا تھا کیونکہ اتنی ضخیم کتب اسی وقت لکھی جا سکتی ہیں جبکہ لکھنے والے اس زبان پر قادر ہوں۔ گویا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں سرحد میں اُردو زبان نثر کا رواج عام ہو چکا تھا۔

فارغ صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ:

''ان تاریخی کتب کو ادبیات سرحد کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے خصوصاً باضابطہ نثر کے ثبوت میں تو انہیں کتابوں کو اولیت کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔''۱۹

فارغ صاحب نے سرحد کی نثر کو ادوار میں تقسیم کر کے اس پر بات کی ہے پہلا دور جسمیں تفسیر ہندی اور خیر البیان کا ذکر کرتے ہیں گو ان کے بقول یہ دور ۱۳۰۰ سے ۱۸۳۰ء تک کا ہے اور دوسرا دور خطوط کابل اور تاریخی کتب یعنی ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء تک کا ہے ان کی اس تقسیم میں پہلے دور میں دو سو سال کا وقفہ ہے اور دوسرے میں صرف ۲۰ سال کا اور وہ یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ سرکاری کتب دوسرے دور میں نثر کا تنہا اثاثہ ہیں اگر حکومتی ضرورت اڑے نہ آتی تو شاید یہ دور بھی نثر کے اعتبار سے مایوس کن ثابت ہوتا۔

فارغ صاحب یہاں صحافت کو فراموش کر گئے ہیں۔ حالانکہ صوبہ سرحد میں قلمی صحافت کا آغاز تو ۱۸۳۹ء میں ہو گیا تھا۔ یہاں سے بھی ہندوستان کے باقی صوبوں کی طرح نامہ نگار مقرر تھے جو اپنے علاقے کی خبریں لکھ کر مرکزی اخباروں کو بھیجتے تھے۔

قلمی پرچوں کے علاوہ صوبہ سرحد میں باقاعدہ مطبوعہ صحافت کا آغاز بھی انیسویں صدی کے وسط میں ہو گیا تھا۔ ''خوش بہار'' اور ''مرتضائی'' صوبہ سرحد کے اولین اُردو اخبار ہیں۔ اجمل ملک نے اپنی کتاب صحافت صوبہ سرحد میں یہ بات لکھی ہے کہ سرحد میں صحافت کا آغاز ۱۸۵۴ میں ہوا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''صوبہ سرحد میں اُردو صحافت کا آغاز ۱۸۵۴ء میں ہوا جب ''خوش بہار'' کے علاوہ مرتضائی بھی منصۂ شہود پر آیا۔ قاضی افضل حق کے مطابق: ''سید محمد اشرف مؤلف اختر شہنشاہی نے اگرچہ ''مرتضائی'' کی اشاعت کا آغاز اکتوبر ۱۸۵۰ء بتایا ہے، لیکن ۳ نومبر ۱۸۵۴ء کے پرچے پر جلد نمبر ۳ نمبر ۳۲ درج ہے اس کی ہفت روزہ اشاعت پر نظر ڈالتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس اخبار نے اپنی اشاعت کا آغاز جنوری ۱۸۵۴ء سے کیا تھا۔''۲۰

جبکہ فارغ بخاری صاحب سنگ میل سرحد نمبر میں اپنے مضمون ''سرحد میں اُردو'' میں لکھتے ہیں کہ:

''صوبہ سرحد میں صحافت کا وجود۱۹۱۲ء سے ملتا ہے ''افغان'' یہاں کا پہلا اُردواخبار ہے جو عیسائی مشنریوں نے اپنی مذہبی تبلیغ کے لیے جاری کیا اور جو زیادہ دن نہ چل سکا کچھ عرصے بعداسی نام سے ایک ہفتہ وار اخبار قاضی سید امجد صاحب کی ادارت میں شائع ہونے لگا یہ مذہبی قسم کا پرچہ تھا اور مشنریوں کے آرگن کا ردعمل ....اس دور کو ہم صوبہ سرحد میں اُردوصحافت کا پہلا دور کہہ سکتے ہیں۔''۲۲

فارغ بخاری صاحب نے ۱۹۱۲ء کوصوبہ سرحد کی صحافت کا پہلا دور قرار دیا ہے جبکہ صوبہ میں اُردوصحافت کا آغاز ۱۸۵۴ء سے ہوتا ہے۔

نتیجہ: اس مقالے میں ابتداء سے ۱۹۰۰ء تک صوبہ سرحد کی اُردو نثری تاریخ کا جائزہ لینا میرا مقصود تھا سو اس تحریر کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سرحد میں اُردو نثر کا آغاز ''خیر البیان'' سے ہوتا ہے

''خیر البیان جو کہ بایذید انصاری (پیر روخان) کی تصنیف ہے اور ۱۵۷۰ء میں لکھی گئی ہے۔ بایزید انصاری جو تمام پختون قوم کے اندردو''متضاد'' بدنام اور نیک نام القابات یعنی ''پیر روشن'' اور پیر تاریک سے مشہور ہیں ایک طبع زاد مفکرعظیم فلسفی دانشور اور عالم دین گزرے ہیں۔ وہ کہیں کتابوں کے مصنف تھے جو امتداد زمانہ سے نایاب تھیں لیکن بعض اہل قلم کی لگا تار کوشش اور محنت سے نہ صرف ان کی قلمی کتابیں دستیاب ہوئیں بلکہ اب تک تقریباً زیور طباعت سے آراستہ بھی ہو چکی ہیں ان کی کتاب خیر البیان کی دریافت اور چھپائی پشتو اکیڈمی پشاور کا عظیم کارنامہ ہے جس کی ترتیب و تدوین میں مولانا حافظ عبدالقدوس نے بڑی عرق ریزی اور جگر سوزی کا ثبوت دیا ہے'' (صفحہ نمبر 78 کتاب بازید انصاری پیر وخان)

گو کہ اُردو زبان جو کہ ابھی ابھی نمودار ہوئی تھی اور بہت کم اس زبان کو تحریر میں لایا جا رہا تھا لیکن اسکے باوجود سرحد کی اولین اُردو نثر کا نمونہ اس دور کا ملتا ہے۔ بقول اشرف بخاری:

''کوئی شخص یہ کہے کہ خیر البیان سرحد کی نثر کا پہلا نمونہ ہے تو اسے بالکل مانا جا سکتا ہے کیونکہ اسکے مصنف کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا۔''۲۳

جہاں تک ''تفسیر ہندی'' کا تعلق ہے تو ہم یہ کہیں گے کے فارغ صاحب نے جذباتی رو میں بہہ کر ایسا لکھ دیا ہے۔ اپنی اس عادت کے بارے میں ''البم'' کے مضمون فرشتہ میں لکھتے ہیں کہ:

''میں ابتداء ہی سے انتہا پسند طبعیت رکھتا تھا زندگی کے ہر شعبے میں جذبائیت اور انتہا پسندی میری ایسی کمزوریاں تھیں جن پر قابو پانا میرے بس کی بات نہ تھی''۲۴

جہاں تک خطوط کابل اور سرکاری تاریخی کتب کا تعلق ہے تو یہ ۱۸۶۰ء سے ۱۸۸۰ء تک کا صوبہ سرحد کا نثری اثاثہ ہیں۔ ان کے ثبوت فراہم ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح سرحد میں صحافت کا آغاز انیسویں صدی کے وسط میں ہو گیا تھا۔ اس تحریر کا مقصد

سرحد میں اُردو نثر کے آغاز سے ہے یہ اُردو نثر ادبی نثر تھی یا غیر ادبی یہ ہمارا مقصود نہیں ہے۔

خیبر پختونخوا میں باقاعدہ ادبی نثر کا آغاز تو بیسویں صدی کی ابتدا سے ہوتا ہے۔اس صوبے کو ۱۹۰۱ء میں پنجاب سے الگ کر کے ایک صوبے کا درجہ دے دیا گیا تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج جیسا ادارہ قائم ہوا اس صوبے کی سیاسی اور تعلیمی باگ دوڑ کو سنبھالنے کے لیے ملک کے مختلف شہروں سے علم دوست لوگوں کو بلایا گیا۔ یہاں مختلف ادبی تنظیموں کے قیام سے مثلاً (بزم سخن، دائرہ ادبیہ دبستان اور ترقی پسند مصنفین وغیرہ) اُردو ادب کو فروغ ملا نظم کی ابتداء تو پہلے سے ہو گئی تھی لیکن باقاعدہ ادبی نثر کا آغاز اسی دور میں ہوا یوں تمام اصناف نثر پر طبع آزمائی کی گئی۔ فارغ بخاری کی کتاب ادبیات سرحد خیبر پختونخوا کی نثر کی ابتداء کے حوالے سے اہم کتاب ہے۔ فارغ بخاری سرحد کی ادبی شخصیات میں بلند درجہ رکھتے ہیں مختلف ادبی تنظیموں اور ادبی شخصیات سے ان کا واسطہ بھی رہا ہے اگر وہ چاہتے تو اپنے پیش کردہ دعوؤں کا ثبوت دے سکتے تھے لیکن انہوں نے اس معاملے میں لاپروائی کا ثبوت دیا۔ بہر صورت اس کتاب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کتاب نے سرحد کی نثر پر تحقیق کرنے والوں کے لیے نئی راہیں کھولی ہیں۔

حواشی:

۱۔ ’’ادبیات سرحد‘‘ از فارغ بخاری، ص: ۶۶۹

۲۔ ’’ادبیات سرحد‘‘ از فارغ بخاری، ص: ۶۶۹

۳۔ ’’داستان تاریخ اُردو‘‘ ’’تالیف‘‘ از حامد حسن قادری‘‘ ص: ۳۶

۴۔ ’’داستان تاریخ اُردو‘‘ ’’تالیف‘‘ از حامد حسن قادری‘‘ ص: ۴۰

۵۔ ’’ادبیات سرحد‘‘ از فارغ بخاری، ص: ۶۲۰

۶۔ (مخذونہ) اصل نسخے کی مائیکروفلم پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔
خیر البیان از بایزید انصاری صفحہ نمبر۲ مخذونہ پشتو لائبریری

۷۔ ’’خیر البیان از بایزید انصاری صفحہ نمبر۳‘‘ مخذونہ پشتو لائبریری

۸۔ ’’خیر البیان از بایزید انصاری صفحہ نمبر۵‘‘ مخذونہ پشتو لائبریری

۹۔ ’’خیر البیان از بایزید انصاری صفحہ نمبر۶‘‘ مخذونہ پشتو لائبریری

۱۰۔ دپشتو ادبیاتو تاریخ، جلد دوم از عبدالحیٔ صفحہ ۳۷

۱۱۔ ادبیات سرحد از فارغ بخاری، ص: ۶۷۰

۱۲۔ خطوط کابل یا کابل ڈائری مخذونہ آرکائیوز سنٹرل ریکارڈ آفس

۱۳۔ ادبیات سرحد ص: ۶۷۰

۱۴۔ ادبیات سرحد از فارغ بخاری ص: ۶۷۰

۱۵۔ مخذونہ ارکائیو لائبریری سنٹرل ریکارڈ آفس